

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد



کورس: اردو تنقید و تحقیق (6482)

NAME	
ID	
PROGRAM	
SEMESTER	SPRING 2025

Download free assignment PDF <https://www.aioumasteracadmey.com>

0000



AIOU-MASTER-ACADMEY SERVECES

- SPECIAL ASSIGNMENTS
- QUIZES SOLUTIONS
- THISES
- KEY-BOOKS
- PROJECTS
- HANDWRITTEN ASSIGNMENTS
- LESSON PLAN
- PROJECTS 8613,8657& 8681

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تمام
پروگرامز کی بکس، ہیلپنگ بکس دستیاب ہیں۔
پورے پاکستان میں ہوم ڈلیوری بھی دستیاب ہے

0304-9699108

<https://www.aioumasteracadmey.com>

clickforzkm@gmail.com



مشق نمبر 1

سوال نمبر 1

اردو تذکروں کی تنقیدی اہمیت تفصیل سے بیان کریں۔

جواب:

تذکرہ اردو نثر کی ایک قدیم اور اہم صنف ہے جس میں شعراء کے حالات زندگی اور ان کے کلام کا انتخاب جمع کیا جاتا ہے۔ اردو میں تذکرہ نگاری کی روایت فارسی ادب سے ورثے میں ملی ہے۔ تذکرے عموماً حروف تہجی کے لحاظ سے یا تاریخی ترتیب سے مرتب کیے جاتے تھے۔ ان کا بنیادی مقصد اپنے دور یا اس سے قبل کے شعراء کا ریکارڈ محفوظ

All Types Assignments, Projects All Universities Thesis Whatsapp 0304-9699108

کرنا اور ان کے کلام کو قارئین تک پہنچانا تھا۔ بظاہر تذکرے سوانحی نوعیت کے ہوتے ہیں، لیکن ان کی تنقیدی اہمیت بھی مسلم ہے۔ اردو تذکروں کی تنقیدی اہمیت درج ذیل پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے:

1. اردو تنقید کا ابتدائی سراغ:

اردو میں باقاعدہ تنقید کی ابتدا بہت بعد میں ہوئی، لیکن تذکرے اردو تنقید کے ابتدائی نقوش فراہم کرتے ہیں۔ تذکرہ نگار محض شعراء کے حالات زندگی اور کلام کا انتخاب ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ اپنے پسندیدہ شعراء کی تعریف بھی کرتے تھے، ان کے کلام کی خوبیاں بیان کرتے تھے، اور کبھی کبھی ناپسندیدہ شعراء پر تنقید بھی کرتے تھے۔ یہ تنقید اگرچہ منظم اور باقاعدہ اصولوں پر مبنی نہیں ہوتی تھی، بلکہ زیادہ تر شخصی پسند و ناپسند، ذوق اور تاثرات پر مبنی ہوتی تھی، لیکن یہ اس دور کے ادبی معیاروں اور ذوق کی عکاسی کرتی ہے۔

2. ادبی معیاروں کی جھلک:

تذکروں کے مطالعے سے اس دور کے ادبی معیاروں کا اندازہ ہوتا ہے۔ تذکرہ نگار کن شعراء کو اہمیت دیتے ہیں؟ وہ ان کے کلام کی کن خوبیوں کو سراہتے ہیں؟ وہ کن خامیوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں؟ ان سوالات کے جوابات سے پتا چلتا ہے کہ اس عہد میں اچھا شعر کیسے سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً، بعض تذکروں میں زبان کی صفائی، محاورے کے استعمال،

خیال کی بلندی، یا سوز و گداز کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اس طرح تذکرے اس عہد کے ادبی معیارات اور تنقیدی ترجیحات کی جھلک پیش کرتے ہیں۔

3. شعری رجحانات اور دبستانوں کی شناخت:

تذکرے مختلف شعراء کو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں اور کبھی کبھی صراحتاً یا اشاروں کنایوں میں مختلف شعری دبستانوں (جیسے دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ) کے فرق کو واضح کرتے ہیں۔ تذکرہ نگار کسی خاص شہر یا علاقے سے تعلق رکھنے والے شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ان کے شعری انداز کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ اس طرح تذکرے شعری رجحانات کی شناخت اور مختلف دبستانوں کے قیام کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

4. زبان کے ارتقاء کا مطالعہ:

تذکروں میں شعراء کے کلام کے جو نمونے پیش کیے جاتے ہیں، وہ اردو زبان کے ارتقاء کو سمجھنے میں معاون ہوتے ہیں۔ مختلف ادوار کے تذکروں میں شامل کلام سے پتا چلتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ زبان کس طرح بدلی، کون سے الفاظ رائج ہوئے اور کون سے متروک ہوئے، اور صرفی و نحوی ساخت میں کیا تبدیلیاں آئیں۔ تذکرہ نگاروں کے اپنے بیانات بھی اس دور کی نثری زبان کا نمونہ ہوتے ہیں۔

5. ادبی معرکوں اور مباحث کا ریکارڈ:

تذکروں میں کبھی کبھی مختلف شعراء یا استاد شاگرد کے درمیان ہونے والے ادبی معرکوں، بحثوں اور حریفانہ چشمکوں کا ذکر بھی مل جاتا ہے۔ یہ ادبی معرکے دراصل تنقیدی نوعیت کے ہوتے تھے جن میں زبان، اسلوب یا مضامین پر اختلاف رائے کا اظہار ہوتا تھا۔ تذکرے ان ادبی سرگرمیوں کو محفوظ کرتے ہیں۔

6. غیر معروف شعراء کا تعارف:

تذکروں کی سب سے بڑی عملی اہمیت یہ ہے کہ انہوں نے بہت سے ایسے غیر معروف شعراء کا تعارف کرایا جن کا کلام شاید کسی اور ذریعے سے ہم تک نہ پہنچ پاتا۔ تذکرہ نگار اپنے عہد کے تقریباً تمام دستیاب شعراء کا ذکر کرنے کی کوشش کرتے تھے، چاہے وہ بڑے شعراء نہ ہوں۔

اہم اردو تذکرے اور ان کی اہمیت:

- نکات الشعراء (میر تقی میر): اردو کا پہلا باقاعدہ تذکرہ (1752ء)۔ فارسی میں لکھا گیا ہے۔ میر کا انداز تنقیدی اور تاثراتی ہے۔ وہ اپنے ہم عصروں اور پیشروؤں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔
- گلشن ہند (مرزا علی لطف): اردو میں لکھا جانے والا پہلا تذکرہ (1801ء)۔ اس میں بھی تنقیدی اشارے ملتے ہیں۔
- آب حیات (محمد حسین آزاد): اگرچہ اسے باقاعدہ تذکرہ نہیں مانا جاتا بلکہ یہ سوانحی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے (1880ء)، لیکن یہ اردو تنقید کے جدید دور کی بنیاد

رکھنے والی اہم ترین کتاب ہے۔ آزاد نے شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ان کے کلام پر بھرپور تنقیدی رائے دی اور ادبی معیار قائم کرنے کی کوشش کی۔

محدودات:

اردو تذکروں کی تنقیدی اہمیت کے باوجود ان کی کچھ محدودات بھی ہیں:

- شخصی پسند و ناپسند: تنقید زیادہ تر تذکرہ نگار کی ذاتی پسند و ناپسند پر مبنی ہوتی تھی اور معروضی معیاروں کا فقدان تھا۔
- سوانحی معلومات کا عدم صحت: سوانحی معلومات اکثر سنی سنائی باتوں یا روایات پر مبنی ہوتی تھیں، جن میں غلطیوں کا امکان تھا۔
- غیر منظم انداز: تنقید کسی منظم اصول یا نظریے کے تحت نہیں ہوتی تھی، بلکہ بکھری ہوئی اور تاثراتی ہوتی تھی۔
- تحسین یا ہجو پر زور: زیادہ تر یا تو مبالغہ آمیز تعریف ہوتی تھی یا پھر شدید تنقید، غیر جانبدارانہ جائزہ کم ملتا تھا۔

خلاصہ:

اردو تذکرے اگرچہ بنیادی طور پر سوانحی نوعیت کے ہیں، لیکن اردو تنقید کی روایت میں ان کی اہمیت بنیادی ہے۔ یہ اردو تنقید کے ابتدائی نقوش، اس دور کے ادبی معیاروں، شعری رجحانات، زبان کے ارتقاء اور ادبی سرگرمیوں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

Download free assignment PDF <https://www.aioumasteracadmey.com>

تقی میر کا نکات الشعراء اور محمد حسین آزاد کا آب حیات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
اپنی محدودات کے باوجود، تذکرے اردو ادبی تاریخ اور تنقید کے ابتدائی مطالعے کے لیے
ناگزیر ہیں۔



All Types Assignments, Projects All Universities Thesis Whatsapp 0304-9699108

سوال نمبر 2

شمش الرحمن فاروقی کے تنقیدی موضوعات کیا ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

جواب:

شمش الرحمن فاروقی (1935-2020ء) بیسویں اور اکیسویں صدی کے اردو ادب کے سب سے بڑے اور مؤثر نقاد، محقق، شاعر، اور نظریہ دان تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان کی تنقید نے اردو ادب میں ایک نئی فکر، ایک نیا شعور اور نئے تنقیدی معیار متعارف کرائے۔ وہ روایتی تنقید سے آگے بڑھ کر عالمی تنقیدی نظریات کو اردو میں لائے اور انہیں اردو ادب پر منطبق کیا۔ ان کے تنقیدی موضوعات اور فکری جہات بہت وسیع اور متنوع ہیں۔

شمش الرحمن فاروقی کے اہم تنقیدی موضوعات:

1. تنقیدی نظریات اور ساختیات (Structuralism) و پس ساختیات (Post-Structuralism): فاروقی نے مغربی تنقیدی نظریات، خاص طور پر ساختیات اور پس ساختیات، سے اردو تنقید کو روشناس کرایا۔ انہوں نے متن (Text) کی اہمیت پر زور دیا اور معنی کی کثیر الجہتی کو واضح کیا۔ انہوں نے ادبی متن کی ساخت، اس کے لسانی نظام

اور اس میں موجود مختلف سطحوں کا تجزیہ کیا۔ وہ معنی کو طے شدہ اور حتمی ماننے کے بجائے اسے قاری اور متن کے تعامل کا نتیجہ سمجھتے تھے۔

2. کلاسیکی اردو اور فارسی شاعری کی باز تشریح: فاروقی نے کلاسیکی اردو اور فارسی شاعری، بالخصوص غزل کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کی نئی تفہیم پیش کی۔ میر، غالب، درد، سودا جیسے کلاسیکی شعراء پر ان کی تنقید نے ان شعراء کو نئے زاویے سے دیکھنے پر مائل کیا۔ انہوں نے کلاسیکی غزل کی جمالیات، اس کی علامات، استعاروں اور اس کے فکری نظام کا گہرائی سے تجزیہ کیا۔ ان کے خیال میں کلاسیکی شاعری کو اس کے اپنے تناظر اور لسانی و ثقافتی پس منظر میں سمجھنا ضروری ہے۔

3. غزل بحیثیت صنف: فاروقی نے غزل کی صنف پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے غزل کی ہیئت، اس کے اشعار کے باہمی ربط (اگر ہے) اور اس کے فکری و فنی امکانات پر گہرا کام کیا۔ ان کا اصرار تھا کہ غزل کو صرف سطحی عشق و عاشقی کے دائرے میں محدود کر کے نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ اس میں موجود فکری گہرائی اور لسانی پیچیدگیوں کو سمجھنا چاہیے۔

4. زبان اور لسانیات: فاروقی کا تنقیدی شعور زبان اور لسانیات پر ان کی گہری نظر کا نتیجہ تھا۔ وہ لفظوں کے اشتقاق، ان کے معنی کے ارتقاء اور جملوں کی ساخت کے لسانیاتی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے ادبی متن کا تجزیہ کرتے تھے۔ ان کے نزدیک زبان اور معنی کا رشتہ نہایت پیچیدہ ہے۔

5. داستان اور بیانہ فن: فاروقی نے اردو داستانوں کو نئے سرے سے دریافت کیا اور ان کی ادبی اہمیت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے داستانوں کے بیانہ فن، ان کے کرداروں، پلاٹ اور ان میں موجود تہذیبی و لسانی عناصر کا گہرائی سے تجزیہ کیا۔ ان کے ناول "کئی چاند تھے سر آسمان" خود ایک بیانہ فن کا عمدہ نمونہ ہے جس میں داستان اور ناول کے عناصر ملتے ہیں۔

6. روایتی تنقید کی کمزوریاں: فاروقی نے اردو کی روایتی، تاثراتی، اور سوانحی تنقید کی کمزوریوں کو واضح کیا۔ وہ معروضی معیاروں، گہرے لسانی و ادبی تجزیے اور تنقیدی نظریات کے اطلاق پر زور دیتے تھے۔ انہوں نے ادب کو سماجی یا سیاسی نظریات کا تابع بنانے والے رجحانات پر بھی تنقید کی۔

7. ادب کی خودمختاری: فاروقی اس بات کے علمبردار تھے کہ ادب کو اپنے اصولوں پر پرکھا جانا چاہیے۔ وہ ادب کو کسی خارجی مقصد (جیسے سماجی اصلاح یا سیاسی پروپیگنڈا) کا پابند کرنے کے خلاف تھے۔ ان کے ناولوں کی اصل قدر اس کی جمالیاتی اور فنی قدر ہے۔

8. تحقیق اور تنقید کا باہمی ربط: فاروقی کے ہاں تحقیق اور تنقید کا گہرا ربط ملتا ہے۔ ان کی تنقید ٹھوس تحقیقی بنیادوں پر قائم ہوتی تھی۔ وہ متن کی صحت، لفظوں کے درست معنی اور تاریخی حقائق کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

اہم تنقیدی تصانیف:

ان کی اہم تنقیدی کتابوں میں "شعر شور انگیز" (میر شناسی)، "تنقیدیں" (مضامین کا مجموعہ)، "تعبیر کی شرع"، "تفہیم غالب"، "ادب کا صحیح مفہوم" شامل ہیں۔

خلاصہ:

شمس الرحمن فاروقی اردو کے ایک عہد ساز نقاد ہیں۔ ان کے تنقیدی موضوعات میں جدید تنقیدی نظریات کا تعارف، کلاسیکی شاعری کی باز تشریح، غزل کی صنف پر گہرا غور و فکر، زبان اور لسانیات کا شعور، داستانوں کا مطالعہ، روایتی تنقید کی کمزوریوں پر تنقید، اور ادب کی خودمختاری شامل ہیں۔ انہوں نے اردو تنقید کو نئی فکری اور نظریاتی بنیادیں فراہم کیں اور اسے عالمی سطح کے قریب لائے۔ ان کا شمار اردو کے عظیم ترین نقادوں میں ہوتا ہے۔



سوال نمبر 3

اردو تنقید میں مقدمہ شعر و شاعری کی اہمیت پر جامع مضمون قلم بند

کریں۔

جواب:

"مقدمہ شعر و شاعری" مولانا الطاف حسین حالی (1837-1914ء) کا وہ شہرہ آفاق دیباچہ ہے جو انہوں نے 1893ء میں اپنے "دیوان حالی" کے شروع میں شامل کیا۔ اس مقدمے نے اردو تنقید کی تاریخ میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اسے جدید دور میں داخل کیا۔ "مقدمہ شعر و شاعری" سے پہلے اردو میں تنقید زیادہ تر تذکروں میں بکھری ہوئی، تاثراتی اور شخصی پسند و ناپسند پر مبنی تھی۔ حالی پہلے شخص تھے جنہوں نے باقاعدہ طور پر شاعری کے اصول، اس کی خوبیوں اور خامیوں اور اس کے مقصد پر نظریاتی بحث کی۔ اردو تنقید میں "مقدمہ شعر و شاعری" کی اہمیت درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہے:

1. اردو تنقید کا پہلا باقاعدہ نظریاتی صحیفہ:

"مقدمہ شعر و شاعری" اردو تنقید کا پہلا منظم اور نظریاتی صحیفہ ہے۔ حالی نے سب سے پہلے شاعری کے فن پر باقاعدہ غور و نگاہ کیا اور اس کے اصول متعین کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے شاعری کی تعریف بیان کی، اس کے عناصر (تخیل، مطالعہ کائنات، تفحص الفاظ) پر روشنی ڈالی، اور شاعری کی خوبیوں (اصلیت، جوش، حسن) اور خامیوں (مبالغہ، جھوٹ، پست خیالی) کو واضح کیا۔ یہ پہلی مرتبہ تھا کہ اردو میں تنقید محض شخصی آراء سے نکل کر اصولوں کی طرف آئی۔

2. شاعری کے لیے نئے معیار:

حالی نے شاعری کو پرکھنے کے لیے نئے معیار پیش کیے جو اس دور کی ضرورت کے مطابق تھے۔ انہوں نے کلاسیکی شاعری (خاص طور پر غزل) کی بعض روایات، جیسے مبالغہ آرائی، بے معنی ردیف قافیہ، اور فرسودہ مضامین پر تنقید کی۔ ان کے پیش کردہ اہم معیار یہ تھے:

- اصلیت (Realism): شاعری میں حقیقت اور اصلیت ہونی چاہیے، خواہ وہ جذبات کی ہو یا واقعات کی۔
- جوش (Emotion): شاعری میں جوش یا جذبات کی سچائی ہونی چاہیے جو قاری کے دل پر اثر کرے۔
- حسن: شاعری میں فنی خوبصورتی اور زبان کا درست استعمال ہونا چاہیے۔
- افادیت (Utility) اور مقصدیت: حال کے نزدیک شاعری کا ایک مقصد ہونا چاہیے، جو معاشرے کی اخلاقی، سماجی اور فکری اصلاح ہو۔ وہ "ادب برائے ادب" کے بجائے "ادب برائے زندگی" کے قائل تھے۔



3. کلاسیکی شاعری پر تنقید:

حالی نے "مقدمہ شعر و شاعری" میں اس وقت کی مروجہ کلاسیکی شاعری، بالخصوص غزل پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے غزل کے روایتی مضامین کی محدودیت، بے سروپا خیالات اور بعض اخلاقی کمزوریوں کو اجاگر کیا۔ ان کی تنقید کا مقصد غزل کی اہمیت

کو کم کرنا نہیں تھا، بلکہ شعراء کو غزل کے روایتی دائرے سے نکل کر نئے موضوعات اور نئے طرز احساس کی طرف مائل کرنا تھا۔

4. جدید شاعری کی بنیاد:

حالی نے صرف روایتی شاعری پر تنقید ہی نہیں کی، بلکہ جدید شاعری کی وکالت بھی کی۔ انہوں نے ایسے مضامین پر نظمیں لکھنے کی ترغیب دی جو قوم کی اصلاح، وطن کی محبت، اور جدید علوم سے متعلق ہوں۔ "مقدمہ شعر و شاعری" ایک طرح سے جدید اردو شاعری کا منشور تھا۔ ان کی اپنی نظمیں (جیسے "مسدس حالی") اسی نظریے کی عملی مثال تھیں۔

5. اثرات:

"مقدمہ شعر و شاعری" نے اردو شاعری پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے۔

- بعد میں آنے والے نقادوں نے حالی کے پیش کردہ اصولوں سے استفادہ کیا، اگرچہ بعض نے ان سے اختلاف بھی کیا۔
- شعراء کی ایک بڑی تعداد نے حالی کے نظریات سے متاثر ہو کر اپنی شاعری میں حقیقت پسندی، مقصدیت اور نئے موضوعات کو شامل کیا۔ جدید نظم نگاری کے فروغ میں اس مقدمے کا اہم کردار ہے۔

• اس نے اردو ادب میں مقصدیت اور افادیت کے تصور کو مضبوط کیا۔

محدودات:

"مقدمہ شعر و شاعری" کی عظمت کے باوجود، اس کی کچھ محدودات بھی نشان زد کی گئی ہیں:

• مقصدی اور افادی پہلو پر زیادہ زور: بعض نقادوں کے خیال میں حالی نے شاعری کی افادیت پر اتنا زور دیا کہ اس کے جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کو کسی حد تک نظر انداز کر دیا۔

• کلاسیکی شاعری کی فنی قدر کا کم اعتراف: حالی نے کلاسیکی شاعری کی خامیوں پر زیادہ توجہ دی اور اس کی فنی عظمت اور جمالیاتی پہلوؤں کا شاید بھرپور اعتراف نہیں کیا۔

• مغربی تنقید سے اثر: حالی کے بعض خیالات پر مغربی تنقید (خاص طور پر افادی اور مقصدی نقطہ نظر) کا اثر نظر آتا ہے۔

خلاصہ:

الطاف حسین حالی کا "مقدمہ شعر و شاعری" اردو تنقید کی تاریخ میں ایک سنگ میل ہے۔ یہ اردو تنقید کا پہلا باقاعدہ نظریاتی صحیفہ تھا جس نے شاعری کے لیے نئے معیار (اصلیت، جوش، افادیت) پیش کیے، کلاسیکی شاعری پر تنقید کی، اور جدید شاعری کے لیے راہ ہموار کی۔ اس مقدمے نے اردو ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے اور اسے جدید دور کے

تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ اپنی بعض محدودات کے باوجود، "مقدمہ شعر و شاعری" اردو تنقید کی بنیاد ہے۔



سوال نمبر 4

اردو ادب میں رومانوی تحریک پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

رومانوی تحریک اردو ادب میں بیسویں صدی کے اوائل میں ابھرنے والی ایک اہم ادبی تحریک تھی۔ یہ تحریک مغرب کی رومانوی تحریک سے متاثر تھی اور اس نے اردو ادب کو نئے موضوعات، نئے احساسات اور نئے اسالیب سے روشناس کرایا۔ رومانوی تحریک

All Types Assignments, Projects All Universities Thesis Whatsapp 0304-9699108

ایک طرح سے سر سید احمد خان اور حالی کی مقصدیت، اصلاح پسندی اور حقیقت نگاری کے رد عمل کے طور پر سامنے آئی، اگرچہ اس میں حالی کی جذبات نگاری کے اثرات بھی موجود تھے۔

رومانوی تحریک کا پس منظر اور آغاز:

بیسویں صدی کے آغاز تک سر سید تحریک کا زور کسی حد تک کم ہو چکا تھا اور ادب پر مقصدی اور اصلاحی پہلو غالب تھا۔ دوسری طرف، کلاسیکی شاعری کا روایتی رنگ بھی جمود کا شکار تھا۔ ایسے میں نوجوان ادیبوں اور شاعروں نے ادب میں ایک تازگی اور نئے پن کی ضرورت محسوس کی۔ انہوں نے مغرب کے رومانوی ادب (ورڈزورتھ، کولج، شیلے، کیٹس وغیرہ) کا مطالعہ کیا اور اس سے متاثر ہو کر اردو میں بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار شروع کیا۔

اس تحریک کے ابتدائی نقوش ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری کے خیالات اور بعض دیگر ادیبوں کی تحریروں میں ملتے ہیں، لیکن اس نے ایک واضح صورت اختیار کر لی جب نیاز فتح پوری (1887-1966ء) اور سجاد حیدر بلدرم (1884-1943ء) جیسے ادیبوں نے قلم اٹھایا اور رسائل نے اس کی ترویج کی۔ نیاز فتح پوری کا رسالہ 'نگار' اس تحریک کا ترجمان بنا۔

رومانوی تحریک کی اہم خصوصیات:

رومانوی تحریک نے اردو ادب میں درج ذیل خصوصیات کو فروغ دیا:

1. جذبات اور تخیل کی اہمیت: رومانوی ادیبوں نے عقل اور استدلال کے بجائے جذبات اور تخیل کو اہمیت دی۔ ان کے نزدیک ادب کا بنیادی کام انسانی جذبات اور احساسات کا اظہار کرنا اور تخیل کی پرواز سے نئی دنیائیں آباد کرنا تھا۔
2. فرد پر زور: رومانوی ادب میں فرد کی آزادی، اس کی انفرادیت، اور اس کے شخصی تجربات پر زور دیا گیا۔ ادیب نے اپنے داخلی جذبات اور احساسات کو کھل کر بیان کیا۔
3. فطرت سے لگاؤ: فطرت کو رومانوی ادیبوں نے بہت اہمیت دی۔ انہوں نے قدرتی مناظر کی خوبصورتی، تنہائی میں فطرت کے مشاہدے اور فطرت کے انسان پر پڑنے والے اثرات کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔
4. حسن اور عشق کا تصور: رومانوی ادب میں حسن اور عشق کو آئیڈیلائز کیا گیا۔ عشق کو ایک پاکیزہ، بلند اور ماورائی جذبہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ محبوب کو فرشتہ صفت یا ماورائی حسن کا پیکر بنا کر پیش کیا گیا۔
5. فرار کا رجحان: رومانوی ادیبوں میں زندگی کی تلخ حقیقتوں اور معاشرتی مسائل سے ایک طرح کا فرار پایا جاتا تھا۔ وہ ایک خیالی دنیا، ماضی کی رومانی یادوں یا مستقبل کے سہانے خوابوں میں پناہ لیتے تھے۔
6. موسیقیت اور نغمگی: شاعری میں موسیقیت اور نغمگی پر زور دیا گیا۔ الفاظ کے صوتی حسن اور بحروں کے انتخاب میں روانی کو اہمیت دی گئی۔

7. حسیت (Sensuousness): رومانوی ادب میں حواس خمسہ سے حاصل ہونے والے تاثرات اور جسمانی حسیت کا بیان بھی ملتا ہے، لیکن یہ عام طور پر خوبصورت اور فنی انداز میں ہوتا ہے۔

رومانوی تحریک کے نمائندہ ادیب:

- نیاز فتح پوری: انشائیہ نگار اور نقاد، جو رومانوی تحریک کے فکری رہنما مانے جاتے ہیں۔
- سجاد حیدر یلدرم: اردو کے پہلے اہم رومانوی افسانہ نگار۔ ان کے افسانوں میں ترکی کے پس منظر میں رومانی کہانیاں اور تخیلاتی دنیا شامل ہیں۔
- مجنوں گورکھپوری: نقاد اور افسانہ نگار۔ ان کی ابتدائی تحریروں میں رومانوی رنگ غالب ہے۔
- حفیظ جالندھری: شاعر۔ ان کی شاعری میں رومانیت اور وطن پرستی کا امتزاج ہے۔
- جوش ملیح آبادی: ان کی ابتدائی شاعری میں رومان اور جوانی کے جذبات کا بیان ملتا ہے۔
- دیگر شعراء: یگانہ چنگیزی، فراق گورکھپوری (جزوی طور پر) اور بہت سے دیگر شعراء کے کلام میں رومانوی اثرات ملتے ہیں۔

اثرات اور زوال:

رومانوی تحریک نے اردو ادب کو جمود سے نکالا اور اس میں تازگی پیدا کی۔ اس نے جذبات نگاری، تخیل کی اہمیت اور فطرت نگاری کو فروغ دیا۔ اس کے اثرات نظم، غزل،

افسانہ اور انشائیہ سب پر پڑے۔ تاہم، چونکہ یہ تحریک زیادہ تر تخیل، جذبات اور فرار پر مبنی تھی، اس لیے یہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو مکمل طور پر پیش کرنے سے قاصر رہی۔ 1936ء میں ترقی پسند تحریک کے ابھرنے کے بعد رومانوی تحریک کا زور کم ہو گیا، کیونکہ ترقی پسندوں نے ادب کو حقیقت پسندی اور سماجی مسائل سے جوڑنے پر زور دیا۔

خلاصہ:

رومانوی تحریک اردو ادب میں ایک اہم موڑ تھی۔ یہ مقصدی ادب کے رد عمل کے طور پر ابھری اور اس نے جذبات، تخیل، فرد کی آزادی، فطرت سے لگاؤ اور حسن و عشق کے مثالی تصورات کو فروغ دیا۔ نیاز فتح پوری اور سجاد حیدر بلدرم جیسے ادیب اس کے علمبردار تھے۔ اگرچہ اس پر فرار پسندی کا الزام لگایا گیا، لیکن اس نے اردو ادب میں نئی فکری اور فنی جہات متعارف کرائیں اور بعد میں تحریکوں کے لیے راہ ہموار کی۔

سوال نمبر 5

سید احتشام حسین کی ترقی پسند تنقید میں خدمات کا جائزہ پیش کریں۔

جواب:

سید احتشام حسین (1912-1972ء) اردو ادب کے ایک بہت اہم اور مؤثر نقاد ہیں۔ ان کا شمار ترقی پسند تحریک کے صف اول کے نقادوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ترقی پسند نظریات کو اردو تنقید میں علمی اور سنجیدہ بنیادوں پر متعارف کرایا اور ان نظریات کا اطلاق اردو ادب پر کیا۔ احتشام حسین نے اپنی تنقید کے ذریعے اردو ادب کو سماجی شعور، حقیقت پسندی اور مقصدی سوچ سے جوڑنے کی کوشش کی۔ ترقی پسند تنقید میں ان کی خدمات کا تفصیلی جائزہ درج ذیل ہے:

1. ترقی پسند تنقید کی نظریاتی بنیادوں کی وضاحت:

سید احتشام حسین نے ترقی پسند تحریک کے ادبی نظریات کو واضح اور منظم شکل دی۔ انہوں نے مارکسزم اور مادی جدلیات (Dialectical Materialism) کے اصولوں کو اردو ادب اور تنقید پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ادب اور معاشرے کے تعلق، ادب کے طبقاتی پہلو، اور ادب کے سماجی کردار پر کھل کر لکھا۔ ان کی تنقید میں یہ بات نمایاں ہے کہ ادب کو محض تفریح کا ذریعہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے معاشرتی حقیقتوں کی عکاسی کرنی چاہیے اور تبدیلی کے عمل میں حصہ لینا چاہیے۔

2. ادب کا سماجی و تاریخی پس منظر:

احتشام حسین نے ادب پارے کو پرکھتے وقت اس کے سماجی، تاریخی اور معاشی پس منظر کو بہت اہمیت دی۔ ان کے نزدیک کوئی بھی ادبی تخلیق اپنے عہد کے سماجی حالات سے الگ وجود نہیں رکھ سکتی۔ انہوں نے دکھایا کہ کس طرح مختلف ادوار کا ادب اپنے وقت کے طبقاتی تضادات، معاشی صورت حال اور سیاسی حالات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

3. کلاسیکی ادب کی باز تشریح:

احتشام حسین نے کلاسیکی اردو ادب کا مطالعہ ترقی پسند نقطہ نظر سے کیا۔ انہوں نے میر، غالب، سودا، اور دیگر کلاسیکی شعراء کے کلام میں بھی ان عناصر کو تلاش کیا جو کسی نہ کسی شکل میں سماجی شعور یا انسان دوستی کو ظاہر کرتے ہیں۔ انہوں نے ان شعراء کی عظمت کو تسلیم کیا، لیکن ان کے شاعری میں موجود بعض روایتی یا غیر ترقی پسند پہلوؤں پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے کلاسیکی ادب کی قدامت پرستی کو چیلنج کیا اور اس کی نئی تفہیم پیش کی۔

4. جدید ادب پر ترقی پسند تنقید کا اطلاق:

احتشام حسین نے اپنے ہم عصر ترقی پسند ادیبوں (جیسے پریم چند، کرشن چندر، منٹو، فیض) کے کام کا تجزیہ ترقی پسند اصولوں کی روشنی میں کیا۔ انہوں نے ان ادیبوں کی حقیقت نگاری، سماجی شعور اور انسان دوستی کو سراہا۔ انہوں نے افسانے، ناول، نظم اور دیگر اصناف پر ترقی پسند نقطہ نظر سے تنقید لکھی۔

5. حقیقت پسندی پر زور:

احتشام حسین نے ادب میں حقیقت پسندی (Realism) پر بہت زور دیا۔ ان کے نزدیک ادب کا کام زندگی کی تلخ حقیقتوں، معاشرتی مسائل اور عوام کے دکھ درد کو سچائی کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ انہوں نے ایسے ادب کی مذمت کی جو فرار پسندی، رومانیت یا محض داخلی کیفیات میں گم ہو جائے۔

6. مقصدیت اور افادیت:

حالی کی طرح، احتشام حسین بھی ادب کی مقصدیت اور افادیت کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک ادب کو صرف جمالیاتی قدر ہی نہیں رکھنی چاہیے، بلکہ اسے معاشرتی تبدیلی اور انسانوں کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بھی بننا چاہیے۔

7. علمی اور منطقی اسلوب: ★ 0304.9699108 ★

احتشام حسین کی تنقید کا اسلوب علمی، سنجیدہ اور منطقی ہوتا ہے۔ وہ دلیل اور استدلال سے اپنی بات کہتے ہیں۔ ان کی زبان صاف، واضح اور مدلل ہوتی ہے۔ وہ جذباتی یا تاثراتی تنقید کے بجائے تجزیاتی اور توضیحی انداز اختیار کرتے ہیں۔

8. تدریس اور تحقیق کے ذریعے خدمات:

احتشام حسین ایک ممتاز استاد تھے۔ انہوں نے یونیورسٹیوں میں تدریس کے دوران ترقی پسند نظریات کو فروغ دیا اور نقادوں کی ایک نئی نسل تیار کی۔ ان کی تحقیقی خدمات بھی مسلم ہیں۔ ان کی تنقید تحقیق کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتی تھی۔

اہم تنقیدی تصانیف:

ان کی اہم تنقیدی کتب میں "تنقیدی جائزے"، "ادب اور سماج"، "ذوق ادب اور شعور"، "روایت اور بغاوت"، اور "افسانے اور حقیقت" شامل ہیں۔ محدودات اور تنقید:

سید احتشام حسین کی ترقی پسند تنقید پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات انہوں نے ادبی تخلیقات کو نظریاتی عینک سے زیادہ دیکھا اور ان کی فنی یا جمالیاتی قدر کو نظر انداز کیا۔ نظریاتی وابستگی کی وجہ سے ان کی تنقید میں بعض جگہ یک رخ آ جاتی تھی۔

خلاصہ:

سید احتشام حسین اردو ترقی پسند تنقید کے سب سے بڑے نظریہ دان اور نقاد ہیں۔ انہوں نے اردو تنقید کو مارکسی نظریات سے روشناس کرایا اور ادب کو سماجی، تاریخی اور معاشی پس منظر میں پرکھنے کا اصول دیا۔ انہوں نے حقیقت پسندی، مقصدیت اور سماجی شعور پر زور دیا اور کلاسیکی و جدید ادب کی ترقی پسند نقطہ نظر سے باز تشریح کی۔ ان کی علمی، منطقی اور مدلل تنقید نے اردو ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے

Download free assignment PDF <https://www.aioumasteracadmey.com>

اور ترقی پسند تحریک کو فکری استحکام بخشا۔ ان کا شمار اردو کے اہم ترین نقادوں میں ہوتا ہے۔



AIOU-MASTER-ACADMEY SERVICE

- Special Assignments
- Handwriting Assignments
- Theses
- Projects
- Lesson plans
- Aiou all Books guide
- Quiz 30/30

BOOK ORDER

WHATSAPP 03049699108

ACADEMY
★ 0304.9699108 ★

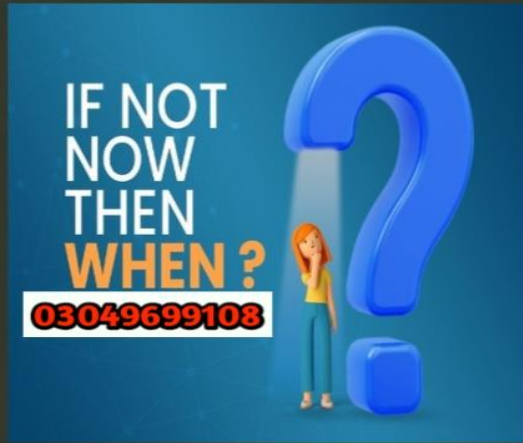
All Types Assignments, Projects All Universities Thesis Whatsapp 0304-9699108

RESEARCH PROJECT

8613, 8675,&81

ASSIGNMENTS

- ✍️ MATRIC
- ✍️ FA, ICOM
- ✍️ BA, B.COM
- ✍️ AD ALL PROGRAMS
- ✍️ ADE
- ✍️ B.ED
- ✍️ BS ALL PROGRAMS
- ✍️ BBA
- ✍️ MASTER ALL PROGRAMS



اس کے علاوہ سپیشل اسٹمنٹ آرڈر
پر تیار کی جاتی ہیں

PLACE ORDER
03049699108

